مباحثہ ومکالمہ

حافظ صلاح الدین یوسف*

کیا غامدی فکر ومنہج ائمہ سلف کے فکر ومنہج کے مطابق ہے؟

غامدی صاحب کے دعوائے مطابقت کا جائزہ-۶

آیت محاربہ کی رُو سے عہد رسالت کے مجرم سزا کے نہیں، معافی کے مستحق تھے

فراہی گروہ کی سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آئی کہ محاربہ کی سزا کی بابت تو اللہ نے فرمایا ہے کہ فساد فی الارض کے یہ مجرم اگر قابو میں آنے سے پہلے ہی تائب ہو جائیں تو ان کی سزا بھی موقوف ہو جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جن بعض صحابہ یا صحابیہ سے زنا کا جرم صادر ہوا تو اس کو شادی شدہ ہونے کی وجہ سے رجم کی سزا دی گئی حالاں کہ انھوں نے بارگاہ رسالت میں آکر از خود اعترافِ جرم اور سزا کے ذریعے سے پاک ہونے پر اصرار کیا تھا؛ اگر یہ سزا محاربہ کی سزا یا آیت محاربہ کا اقتضا ہوتی تو الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم کے تحت وہ سزا کے نہیں، معافی کے مستحق تھے کیوں کہ ان کی وجہ سے معاشرے میں نہ کوئی فساد مچا تھا اور نہ ان کو پکڑ کر ہی لایا گیا تھا؛ جب یہ دونوں ہی باتیں ان میں نہیں پائی گئیں تو محاربہ کی سزا تو خود آیت محاربہ کے خلاف ہے؛ انھیں محاربہ کی سزا کیوں دی گئی؟

رسول اللہ اور اللہ پر بھی افترا اور صحابہ وصحابیات پر بھی افترا

اب اپنی طرف سے یہ بات گھڑنا - جب کہ عہد رسالت کے واقعات میں دور دور تک اس کے نشانات نہیں ملتے - کہ یہ سزا نعوذ باللہ ان کی اوباشی اور آوارہ منشی کی وجہ سے دی گئی؛ یک سر بے بنیاد بات ہے۔ ان واقعات میں صرف ان کا شادی شدہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے جو دیدۂ بینا رکھنے والے دیدہ وروں کو نظر نہیں آ رہی ہے اور اوباشی اور آوارہ منشی والی بات جو خوردبین لگا کر بھی دیکھنے سے نظر نہیں آتی، اس کو اس سزا کی وجہ قرار دیا جا رہا ہے؛ کیسی ہٹ دھرمی اور دھاندلی کا مظاہرہ ہے جس کا ارتکاب نہایت بے شرمی اور حد درجہ بے باکی سے کیا جا رہا ہے؛ جیسے آوارہ منشی والی 'وحی خفی' حمید الدین فراہی پر نازل ہوئی تھی، وہاں سے اصلاحی صاحب کو اور پھر غامدی صاحب کو منتقل ہوئی کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ 'وحی خفی' نازل ہوئی ہوتی تو آپ اس کی وضاحت فرماتے لیکن کسی بھی حدیث میں اس امر کی صراحت نہیں ہے کہ مذکورہ صحابہ وصحابیات کو سزائے رجم اوباشی کی بنا پر دی گئی؛ یہ فراہی گروہ کی

* رئیس شعبہ تصنیف وتحقیق، دار السلام لاہور۔

افترا پردازی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر بھی کہ آپ نے یہ سزا اوباشی کی بنیاد پر دی تھی جب کہ ایسا قطعاً نہیں ہے اور مذکورہ صحابہ وصحابیات پر بھی کہ وہ (نعوذ باللہ) اوباش، آوارہ منش اور غنڈے تھے درآں حالیکہ وہ نہایت مقدس اور پاک باز لوگ تھے؛ بس بہ تقاضاے بشریت ان سے غلطی کا ارتکاب ہو گیا تھا جس پر وہ سخت نادم ہوئے اور دنیوی سزا کے ذریعے سے پاک ہونے کے لیے بے قرار ہو گئے تا کہ اخروی سزا سے وہ بچ جائیں؛ کس قدر پاک لوگ اور کس قدر ان کا جذبہ پاکیزہ تر تھا؟ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اور فراہی گروہ کتنا بے باک اور دریدہ دہن ہے کہ وہ صاحب وحی پیغمبر کو بھی مطعون کر رہا ہے اور پاک باز صحابہ وصحابیات کو بھی بدمعاش ثابت کر رہا ہے بلکہ یہ اللہ پر بھی افترا ہے کیوں کہ وحی کا نازل کرنے والا تو اللہ ہے، چاہے وہ وحی جلی ہو یا خفی؛ جب اوباشی والی 'وحیِ خفی' اللہ کے رسول پر نازل ہی نہیں ہوئی تو پھر یہ کہنا کہ یہ نازل ہوئی ہے لیکن اس کے نزول کی کوئی دلیل فراہی گروہ کے پاس نہیں ہے تو یہ اللہ پر بھی افترا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بلند تر ہے؛ تعالی الله عما یقولو ن علوا کبیرا ۔

فراہی نظریہ رجم اور شیعوں کا نظریہ وصی رسول؛ اصل میں دونوں ایک ہیں

ہمارے نزدیک فراہی گروہ کی اوباشی والی من گھڑت بات بالکل شیعوں کے گھڑے ہوئے عقیدۂ وصی رسول کی طرح ہے؛ شیعوں نے اپنی طرف سے یہ بات گھڑی کہ اللہ کے رسول نے حضرت علی کی بابت وصیت فرمائی تھی کہ میری وفات کے بعد علی خلیفہ اور میرے جانشین ہوں گے لیکن حقیقت میں ایسی کسی وصیت کا کوئی ثبوت نہیں ہے؛ اگر واقعی ایسی کوئی وصیت ہوتی تو صحابہ کرام یقیناً اس پر عمل کرتے اور آپ کی وفات کے بعد بالاتفاق حضرت علی کو خلیفۃ الرسول تسلیم کر کے ان کو امیر المومنین بنالیا جاتا لیکن چوں کہ ایسی کوئی دلیل نہیں تھی اس لیے صحابہ نے مشاورت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کو خلیفۃ الرسول اور امیر المومنین بنالیا۔

حضرات شیعہ نے بجاے اس کے کہ اپنے من گھڑت عقیدے کو چھوڑ دیتے، اپنے عقیدے اور من گھڑت نظریے پر اصرار کیا اور اس کو ثابت کرنے کے لیے خلفاے ثلاثہ کو بالخصوص ظالم، غاصب اور منافق اور دیگر تمام صحابہ کو بالعموم۔ سواے پانچ افراد کے۔ منافق ومرتد قرار دے دیا؛ صدیاں گزر جانے کے باوجود وہ اپنے اس بے بنیاد باطل نظریہ پر قائم ہیں اور اس کی وجہ سے خلفاے ثلاثہ سمیت تمام صحابہ کو (نعوذ باللہ) منافق اور مرتد قرار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ اسی طرح فراہی گروہ نے رجم کے حد شرعی نہ ہونے کا نظریہ گھڑا؛ اس کے لیے درجنوں صحیح، متواتر اور متفق علیہ روایات کا انکار کیا؛ جب اس سے بھی بات نہیں بنی کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حد شرعی کا نفاذ فرمایا اور اپنے فرامین میں بھی اسے حد شرعی قرار دیا تو یہ بات بنائی کہ یہ تعزیری سزا ہے (حد شرعی نہیں ہے) جو اوباش اور آوارہ منش زانیوں کو (اگر وقت کا حکم ران چاہے تو) دی جا سکتی ہے؛ اس پر اعتراض ہوا کہ یہ سزا تو پاک باز صحابہ وصحابیات کو بھی دی گئی تو یہ جسارت کر لی گئی کہ یہ صحابہ وصحابیات پاک باز نہیں بلکہ (نعوذ باللہ) غنڈے بدمعاش اور اوباش قسم کے عادی زنا کار تھے اور وہ صحابیہ بھی قحبہ (پیشہ ور زانیہ) تھی؛ کبرت کلمة تخرج من افواههم آن يقولون الا كذبا۔

جس طرح شیعہ صحابہ کو بے ایمان اور مرتد سمجھنے میں جھوٹے ہیں، اسی طرح فراہی گروہ مذکورہ صحابہ وصحابیات کو غنڈہ، آوارہ منش اور اوباش سمجھنے میں جھوٹے ہیں؛ فلعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ علاوہ ازیں دونوں کا نظریہ کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے بلکہ اپنے گھڑے ہوئے نظریے اور ہٹ دھرمی پر قائم ہے؛ فتشابہت قلوبھم وافکارھم، اللّٰھم لاتجعلنا منھم۔

سارا اسلام ہی دین فطرت ہے، نہ کہ چند احکام

یہاں تک الحمدللہ غامدی صاحب کے ضروری نکتوں پر بحث کر کے ان کی حقیقت واضح کر دی ہے؛ اب دو پہلو تشنہ تفصیل رہ گئے ہیں؛ ان پر بھی ضروری حد تک مختصراً گفتگو مناسب معلوم ہوتی ہے تا کہ ان پہلوؤں سے بھی وہ ناپختہ ذہنوں کو گم راہ نہ کر سکیں۔

ان میں پہلا نکتہ، ان کا وہ نقطہ انحراف ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت -تبیین قرآنی - کے مسلمہ مفہوم کے انکار پر مبنی ہے؛ اہل اسلام میں اس کا مسلمہ مفہوم جو چودہ سو سال سے مسلّم چلا آ رہا ہے، یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے عموم میں تخصیص کر سکتے ہیں۔ اس کو بعض لوگوں نے نسخ سے بھی تعبیر کیا ہے؛ مراد ان کی بھی تخصیص ہی ہے؛ صرف اصطلاح کا فرق ہے۔ اس کی متعدد مثالیں ہم اپنے مضمون کے آغاز میں پیش کر آئے ہیں؛ یہ ایسے احکام ہیں جو صرف احادیث رسول سے ثابت ہیں؛ قرآن میں ان کا ذکر نہیں ہے؛ انھی میں سے ایک رجم کے حد شرعی کا حکم ہے؛ اہلِ اسلام ان کو بھی اسی طرح مانتے ہیں جیسے قرآنی احکام کو مانتے ہیں۔ فراہی گروہ ایسے احکام حدیثیہ کو قرآن پر زیادتی (قرآن میں اضافہ)، قرآن کے خلاف اور قرآن میں تغیر وتبدل قرار دیتا ہے؛ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ سب صحیح احادیث میں موجود ہیں جس کا مطلب ہے کہ رسول کے فرامین اور عمل سے ثابت ہیں تو اس گروہ نے کہا کہ یہ سب فطرت کا بیان ہیں؛ یہ نہ قرآن میں اضافہ ہے اور نہ شریعت کا حصہ ہے کیوں کہ اضافہ کرنے کا حق تو رسول کو بھی نہیں ہے حالانکہ اہل اسلام کے نزدیک یہ اضافہ نہیں؛ آپ کے منصب رسالت کا تقاضا ہے۔

اپنے اس نظریہ فطرت پر بھی غامدی صاحب نے لا طائل بحثیں کی ہیں؛ ان کے مذکورہ دلائل کا نقد ومحاکمہ کرنے کے بعد ہمارے نزدیک اس پر بحث غیر ضروری ہے تاہم اس مسئلے میں ہم یہ ضرور عرض کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین اسلام لے کر آئے، اسے دین فطرت بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ اسلام کی تعلیمات انسانی فطرت کے مطابق ہیں؛ قرآن کریم کی اس آیت میں بھی اسی بات کا بیان ہے:

فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا

''اس دین کی پیروی کرو جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔''

فطرت کے اصل معنی خلقت (پیدائش) کے ہیں؛ یہاں مراد ملت اسلام (وتوحید) ہے؛ مطلب یہ ہے کہ سب کی پیدائش، بغیر مسلم وکافر کی تفریق کے، اسلام اور توحید پر ہوئی ہے؛ اسی لیے توحید انسان کی فطرت، یعنی جبلت میں

شامل ہے،جس طرح کہ عہد الست سے واضح ہے،لیکن فطرت یعنی اسلام وتوحید پر پیدا ہونے کے باوجود انسانوں کی اکثریت کو ماحول یا دیگر عوارض،فطرت کی اس آواز کی طرف نہیں آنے دیتے جس کی وجہ سے وہ کفر ہی پر باقی رہتے ہیں؛جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی،عیسائی یا مجوسی (وغیرہ) بنادیتے ہیں۔''
(الحدیث۔بخاری،رقم4775؛مسلم،رقم2658)

ایک اور حدیث کا ترجمہ حسب ذیل ہے؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سنو!میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس نے مجھے میرے آج کے دن میں جو کچھ سکھایا ہے،تمھیں اس میں سے کچھ وہ باتیں سکھاؤں جن سے تم واقف نہیں ہو۔(اللہ فرماتا ہے) ہر وہ مال جو میں نے کسی بندے کو عطا کیا ہے،وہ حلال ہے اور میں نے اپنے تمام بندوں کو حنیف (اللہ کے طرف یک سو ہوجانے والا) پیدا کیا ہے (لیکن اس کے بعد ہوا یہ کہ) ان کے پاس شیاطین آئے اور انھوں نے ان کو ان کے دین (فطرت) سے پھیر دیا اور ان کے لیے وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں اور انھوں نے ان کو حکم دیا کہ میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک بنائیں جن کی میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔''(مسلم،رقم2865)

قرآن کی آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انسانوں کی پیدایش فطرت یعنی اسلام اور توحید پر ہوئی ہے جس کا مطلب ہے کہ ان کے اندر اس کا شعور رکھا گیا ہے تاکہ وہ آسانی سے دین اسلام کو بھی اختیار کرلیں اور عقیدۂ توحید سے بھی انحراف نہ کریں لیکن ماحول (جہاں انسان پیدا ہوا اور وہاں پلا بڑھا) اس دین کو اسلام کے بجائے دوسرے ادیان کی طرف کھینچ لے جاتا ہے اور وہ یہودی،عیسائی،ہندو وغیرہ بن جاتے ہیں۔دوسرے،شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے؛وہ بھی انسانوں گم راہ کرنے پر تلا رہتا ہے اور انسان اس کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور توحید کے بجائے شرک کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔(احادیث کی بنیاد پر اگر اس مفہوم سے انکار ہے تو اپنے 'استاذ امام' کی وہ تفسیر پڑھ لیں جو اس آیت کے تحت انھوں نے کی ہے اور یہی مفہوم بیان کیا ہے۔) اور ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ صرف فطرت کی راہ نمائی کافی نہیں ہے؛اسی لیے اللہ نے اس فطری شعور کو اجاگر اور واضح کرنے کے لیے آسمانی کتابوں اور انبیا ورسل کا سلسلہ قائم فرمایا۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اس سلسلہ رشد و ہدایت اور وحی ورسالت کے ذریعے سے جو تعلیمات و ہدایات انسانوں کو دی گئیں،ان کو بیان فطرت نہیں بلکہ بیان شریعت کہا گیا ہے: شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ ...... الآیۃ۔

اس لیے پیغمبر کی بعض باتوں کو شریعت ماننا اور بعض کی بابت غامدی صاحب کا یہ کہنا کہ ''یہ بیان فطرت ہے؛ لوگوں نے اس کو بیان شریعت سمجھ لیا ہے'' کیسی عجیب بات ہے؟ دین یا قرآن تو سارا ہی بیان فطرت ہے جیسا کہ آیت مذکور سے واضح ہے؛ کیا ماحول اور شیطان کی کارستانی سے جو فطرتیں مسخ ہو جاتی ہیں،ایسی فطرتوں کو ان کی اصل فطرت کی یاد دہانی کے لیے جو شریعتیں نازل ہوتی رہی ہیں،کیا وہ دو حصوں پر مشتمل ہوتی تھیں: ایک حصہ بیان فطرت کا اور دوسرا بیان شریعت کا؛ اس تفریق کی بنیاد کیا ہے؟ جس طرح احکام شریعت کے جانچنے اور پرکھنے کے لیے کسی کی عقل

معیار نہیں ہوسکتی، اس طرح کسی شخص کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی سمجھ کے مطابق شریعت کے بعض احکام کو شریعت قرار دے اور جس کو چاہے شریعت ماننے سے انکار کردے اور دعویٰ کرے کہ یہ تو بیان فطرت ہے؛ یہ حق حمید الدین فراہی یا مولانا اصلاحی یا غامدی کو کس نے دیا ہے کہ وہ رسول کی احادیث کو جو تبیین قرآنی پر مبنی ہیں، ان کو قرآن میں اضافہ یا قرآن میں ردوبدل قرار دے یا ان کی بابت یہ کہے کہ یہ شریعت کا بیان نہیں، فطرت کا بیان ہے؟

شریعت کو اپنے خیال کے مطابق دو حصوں میں تقسیم کرنا کہ یہ شریعت ہے اور یہ فطرت ہے؛ یہ بھی تو انسانی عقل ہی کی کارفرمائی ہے؛ اگر آج یہ حق فراہی عقل کو دے دیا گیا اور ان کی عقل کے مطابق کچھ احکام کی شرعی حیثیت کو ختم کردیا گیا تو دوسرے منکرین حدیث کا بھی یہ حق تسلیم کرلیا جانا چاہیے جس کی رُو سے وہ کہتے ہیں کہ زکاۃ وصلاۃ اور بہت سے مسلمات اسلامیہ کا وہ مفہوم نہیں ہے جو چودہ سو سال سے امت مسلمہ سمجھتی اور عمل کرتی آرہی ہے؛ دین تو پھر ان عقلی بازی گروں کی وجہ سے جس کی بنیاد انکار حدیث پر ہے، بازیچہ اطفال بن کر رہ جائے گا۔

اس لیے امت مسلمہ نے یہ حق آج سے صدیوں قبل معتزلہ، جہمیہ، قدریہ وغیرہ منکرین حدیث اور عقل ودانش کے دعوے داروں کو نہیں دیا جس کی وجہ سے اصل دین الحمدللہ محفوظ ہے؛ تو یہ حق آج کے منکرین حدیث اور نظم قرآن کے نام پر فہم قرآن کے ٹھیکے داروں کو بھی نہیں دیا جاسکتا؛ مذکورہ فرقے جیسے کچھ عرصہ اپنی عقلی شعبدہ بازیاں دکھا کر تاریخ کی بھول بھلیوں میں گم ہو گئے، اس گروہ کا جدید انجام بھی اس سے مختلف نہیں ہوگا اور ان کی فکری ترک تازیوں اور احادیث پر چاند ماری سے دین جو قرآن اور حدیث دونوں کے مجموعے کا نام ہے، محفوظ رہے گا؛ اس لیے کہ اس کی حفاظت ہمہ شما کے ذمے نہیں ہے بلکہ خود اللہ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اوران الله لا یخلف المیعاد۔

روایات رجم میں خردہ گیری، ہندو اور شیعہ کی خردہ گیریوں کی طرح ہے

دوسرا نکتہ جس کی ضروری وضاحت بھی ناگزیر ہے، وہ یہ ہے کہ غامدی صاحب نے رجم کی ان احادیث کو جو احادیث کے صحیح مجموعوں میں صحیح سندوں کے ساتھ محفوظ ہیں، ان سب کو باہم متناقض اور ناقابل اعتبار دے کر کنڈم کر دیا ہے حالانکہ یہ وہ روایات ہیں جو صدیوں سے اہل علم میں متداول ہیں؛ کسی کو ان میں ایسا باہم تناقض اور تضاد نظر نہیں آیا جس کی توجیہ یا ان میں تطبیق ناممکن ہو لیکن جب یہ روایات فراہی صاحب کے خانہ ساز نظریہ رجم کے خلاف تھیں تو ان سب کو ناقابل اعتبار قرار دینا ناگزیر ہو گیا کیونکہ اس کے بغیر ان کے بے بنیاد نظریے کا اثبات یک سر ناممکن تھا؛ چناں چہ اس 'عظیم خدمت' کی 'سعادت' ع ''قرعہ فال بہ نام من دیوانہ زدند'' کے مصداق غامدی صاحب کے حصے میں آئی جس پر ان کے مریدان باصفا کو بجا طور پر صدائے اَحسنتَ کے ساتھ مل کر یہ پڑھنا چاہیے:

ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لیکن ہمیں یہ ساری بحث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فرامین اور فیصلوں کو نہایت بے دردی سے دفتر

بے معنی ثابت کرنے کی مذموم سعی کی گئی ہے، پڑھتے ہوئے بار بار ایک ہندو پنڈت کی تحریر کردہ کتاب 'ستیارتھ پرکاش' ایک سوامی دیانند (ہندو) کی کتاب 'رنگیلا رسول' اور ایک شیعہ مصنف کی تحریر کردہ کتاب 'سیرت عائشہ' جیسی کتابیں لوح حافظہ پر ابھرا بھر کر سامنے آ رہی تھیں اور یہ شرح صدر حاصل ہو رہا تھا کہ جب کوئی شخص یہ ٹھان ہی لے کہ میں نے فلاں چیز کو نا کارہ ثابت کرنا ہے، فلاں کتاب میں کیڑے نکالنے ہیں تو پھر شیطان اس کو ایسے ایسے گر، ایسے ایسے نکتے اور ایسی ایسی ترکیبیں سجھاتا ہے کہ وہ اپنے ناپاک خاکے میں رنگ روغن بھرنے میں بہ ظاہر کامیاب نظر آتا ہے۔

'ستیارتھ پرکاش' میں کیا ہے؟ قرآن مجید پر سیکڑوں اعتراضات ہیں؛ اس کی آیتوں کو باہم متناقض ثابت کیا گیا اور ہر طرح کی خرافات قرآن کے ذمے لگائی گئی ہیں۔ 'رنگیلا رسول' میں کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہایت پاکیزہ شخصیت کو ازواج مطہرات اور تعدد ازدواج کے حوالے سے رنگیلا مزاج ثابت کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو جنھوں نے ان دونوں کتابوں کا مدلل اور نہایت مسکت جواب دیا جن کا نام 'حق پرکاش' اور 'مقدس رسول' ہے۔

شیعہ مصنف کی کتاب 'عائشہ' یا 'سیرت عائشہ' کیا ہے؟ اس میں احادیث کی کتابوں سے حضرت عائشہ کی شخصیت کو داغ دار اور ایسے کریہہ انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ ایک سنی مسلمان کا خون کھول اٹھتا ہے۔

ہمیں یہ کہتے ہوئے خوشی نہیں؛ بہ صد حسرت وغم کہنا پڑ رہا ہے کہ غامدی صاحب بھی مذکورہ اصحاب ثلاثہ کی صف میں شامل ہو گئے ہیں اور جس طرح وہ اپنی کتابوں پر نازاں، شاداں وفرحاں تھے، غامدی صاحب بھی اپنی اس 'تصنیف کثیف' یا 'سعیِ غلیظ' کو ایک بڑا اعزاز سمجھتے ہیں اور واقعی ان کا یہ 'کارنامہ' اتنا 'عظیم' ہے کہ وہ اہل استشراق، منکرین حدیث اور قرآن کے نام پر ایک تازہ شریعت ایجاد کرنے والو ں کی طرف سے زیادہ سے زیادہ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ان کے راستے کے ایک سنگ گراں کو ان کے ناپاک راستے سے ہٹا کر اس پر بگٹٹ دوڑانے کے لیے راستہ ہموار کر دیا گیا ہے:

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

سچ ہے جس نے کہا:

وعين الرضا عن كل عيب كليلة

ولكن عين السخط تبدي المساويا

''رضامندی کی آنکھ سے دیکھا جائے تو کوئی عیب نظر ہی نہیں آتا اور ناراضی کی آنکھ کو سوائے عیب کے کچھ نظر نہیں آتا۔'' (جاری)